مضمون نمبرا

تبلیغی جماعت کا باہمی اختلاف
اور اتحاد و اتفاق اور صلح وصفائی کی ایک کوشش

مرتب

محمد زید مظاہری ندوی

استاذِ حدیث وفقہ

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

تبلیغی جماعت کا باہمی اختلاف اور اتحاد و اتفاق اور صلح وصفائی کی ایک کوشش

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث وفقہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی سید المرسلین محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

تبلیغی جماعت اوراس سے حاصل ہونے والے دینی فوائد محتاج تعارف نہیں، اس جماعت کی بڑی خوبی یہ تھی کہ ایمان ویقین کی پختگی کے ساتھ تعلق مع اللہ قائم کرنا اور حسن اخلاق وحسن معاشرت کے ذریعہ مخلوق کی خدمت کرنا، ان کوراحت پہنچانا، خود تکلیف ومشقت برداشت کرلینا، لیکن دوسرے کی راحت کا پورا لحاظ رکھنا، خود کو حقیر ومعمولی سمجھنا اور دوسرے کی توقیر وتعظیم کرنا، خود چھوٹا بن جانا اور دوسرے کی بڑائی کا پورا لحاظ رکھنا، خود خاموش ہوجانا اور دوسروں کے جواب دینے کی کوشش نہ کرنا، خود تواضع وتنازل اختیار کرلینا لیکن امت میں انتشار واختلاف نہ ہونے دینا، خود صبر کرلینا لیکن دوسروں کی ایذاء رسانی کے درپے نہ ہونا، خود سلام وکلام میں پیش قدمی کرنا اور دوسرے کی بدگوئی اور ترش روئی کا اثر نہ لینا، خود محبت وخندہ پیشانی وخوش مزاجی سے پیش آنا اور دوسرے کی نفرت اور کنارہ کشی سے متأثر نہ ہونا، بدمزاجی وسخت کلامی کے جواب میں بھی خاموشی اور نرم گوئی اختیار کرنا، سب کچھ برداشت کرلینا لیکن امت میں اختلاف اور تفریق نہ ہونے دینا، اختلاف وافتراق کی صورت ہوجانے میں بھی اتحاد واتفاق کی ہر ممکن تدبیر وکوشش کرنا وغیرہ وغیرہ، یہ وہ اخلاقِ نبویہ ہیں جن کے اختیار کرنے کی قرآن وحدیث میں ترغیب دی گئی ہے، اور یہ وہ اخلاقِ فاضلہ اور اوصافِ حمیدہ ہیں جن کو تبلیغی جماعت نے اختیار کیا ہوا تھا، اور اپنے چند بنیادی اصولوں میں چوتھا اصول اسی ''اکرامِ مسلم'' کو قرار دیا تھا، اور الحمدللہ! اس اصول کی بدولت اس جماعت کی جدوجہد سے کتنی برائیاں مٹیں، کتنے اختلافات ختم ہوئے، شرابیوں کی شراب اور جواریوں کے جوئے چھوٹے، ظالموں کے ظلم سے، بدکاروں کو بدکاریوں سے سچی توبہ نصیب ہوئی، کتنے فسادات اور کتنے اختلافات اس جماعت کی وجہ سے حسن اخلاق اور تواضع کی بدولت ختم ہوئے، برسہا برس کے وہ خاندان والے یا وہ پڑوسی اور قریبی رشتہ دار جو ایک دوسرے کی طرف نظر کرنا سلام کلام کرنا بھی گوارہ نہ کرتے تھے ان اخلاق حسنہ کی بدولت سب ایک نیک دل ہوکر باہم متحد ومتفق ہوگئے، آپس کی ساری کدورتیں اور رنجشیں ختم کرکے سب بھائی بھائی بن کر رہنے لگے۔

لیکن ہائے افسوس! ہائے افسوس! یہ وہی جماعت ہے کہ اس وقت اس کی موجودہ حالت پر جتنا بھی ماتم کیا جائے اور جس قدر بھی رنج وغم کیا جائے کم ہے، تصور نہیں کیا جاسکتا تھا کہ جس جماعت کے بنیادی اصولوں اور معمولات میں یہ شامل ہے کہ اپنے تو اپنے غیروں اور دشمنوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرو، اللہ کے فرمان إِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ کہ برائی کو اچھائی سے دفع کرو اور نبی کی ہدایت کے مطابق صِلْ مَنْ قَطَعَکَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَکَ وَأَحْسِنْ إِلٰی مَنْ أَسَاءَ إِلَيْکَ پر عمل کرتے ہوئے کہ جو تم سے قطع رحمی کرے تم اس سے صلح رحمی کرو، جو تم سے دوری اختیار کرے تم اس سے قریب ہونے کی کوشش کرو، جو تم پر سختی کرے تم اس کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ، جو تم پر ظلم کرے تم اس کو معاف کردو، جو تمہارے ساتھ برا سلوک کرے تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو، نبی کی ہدایت کے مطابق جس جماعت کا یہ طرۂ امتیاز تھا اور جس کے بنیادی اصولوں اور دائمی معمولات میں یہ اوصاف شامل تھے افسوس! صد افسوس! کہ یہ کیسا انقلاب آیا اور کیسے ہم پر نفس وشیطان غالب آگیا کہ ہم خود اپنے کو اور اپنوں کو بھول بیٹھے، ہم اپنوں اور ہمدردوں کے ساتھ وہ برتاؤ کرنے لگے جو انصاف پسند سنجیدہ لوگ غیروں اور دشمنوں کے ساتھ بھی پسند نہیں کرتے، اپنے ہی دعوتی اصول کے خلاف ہم ایک دوسرے کے سامنے ہوتے ہیں تو بغیر سلام کلام کے کترا کر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں، پیش قدمی تو کیا کرتے ایک دوسرے کے سلام کا جواب دینا بھی پسند نہیں کرتے، آمد ورفت، سلام وکلام، ملاقات، عیادت وتعزیت کے سارے فضائل ہم بھول گئے، غیروں اور بدخواہوں بلکہ دشمنوں کے ساتھ بھی ہمارے نبی کی کیا ہدایت تھی جس پر اب تک ہم قائم تھے افسوس! اس صراطِ مستقیم سے شیطان نے ہمارے قدم ڈگمگا دیئے، کل تک

ہم اخلاقِ نبویہ کی برکت سے اللہ کی رحمت میں غوطہ لگا رہے تھے اور آج اخلاق نبویہ سے دور ہو کر شیطان کے چنگل میں آ کر ہچکولے کھا رہے ہیں، کل تک ہم دوسروں کو اپنے نبی کا یہ پیغام دوسروں کو سناتے تھے **مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا وَمَنْ لَّمْ یُبَجِّلْ عُلَمَائَنَا فَلَیْسَ مِنَّا**، کہ جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے، بڑوں کی تکریم و تعظیم نہ کرے، علماء کا اکرام و احترام نہ کرے، نبی کریم ﷺ فرمارہے ہیں اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں، ہم اس سے بیزار ہیں، وہ ہمارا نہیں، ہم اس کے نہیں، کل تک ہم دوسروں کو یہ سبق سکھاتے تھے افسوس! آج ہم اپنے بڑوں کی تنقیص و توہین تنقید و تشنیع میں کسر نہیں اٹھا رکھتے، چھوٹوں پر ظلم کرنے سے بھی باز نہیں آتے، ہم میں سے بعض لوگ اللہ کے نیک بندوں کے لئے اللہ ہی کے گھر کے دروازے بند کر دیتے ہیں، بہتوں کو اللہ کے گھر سے نکال دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے، کسی اور کو نہیں ان کو جن کو کل تک ہم سینے سے لگاتے تھے، ان کے ساتھ آج ہمارا یہ برتاؤ ہے۔

افسوس! یہ کیسا انقلاب آ گیا، کیسا ظلم و ستم، کیسی زدوکوب، تھانہ، پولیس، مار دھاڑ، محلوں کی تقسیم، مراکز و مساجد کی تقسیم، کام کی تقسیم، تعلیم و تبلیغ کی تقسیم، گشت و ملاقات اور اجتماع و مشوروں کی تقسیم اور علٰحدہ علٰحدہ حلقے یہ سب تو ہمارے بنیادی اصولوں اور ہمارے اکابر و مشائخ کے معمولات اور اخلاق نبویہ کے بھی خلاف ہے، کل تک ہم خود اس کی مذمت کرتے تھے اور آج شیطان ہم پر اس حد تک غالب آ گیا کہ ہم اپنے ہی بھائیوں کے لئے جھوٹی گواہیوں اور الزام تراشیوں اور غلط شکایتوں کے ذریعہ اپنے ہی دینی اور ایمانی بھائیوں کو پولیس کے حوالہ کرنے میں اپنی کامیابی اور خوشی محسوس کرتے ہیں انا للہ وانا للہ راجعون۔

اللہ کے بندو! ہم سب ایک اللہ کے بندے اور ایک نبی کی امت ہیں ہم سب کی اخوت کو قرآن نے بیان کیا کہ **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ** تمام ایمان والے ایک دوسرے کے بھائی ہیں، ہم سب کی اخوت کو ہمارے نبی کریم ﷺ نے قائم فرمایا ہے کہ سارے ایمان والے جسد واحد کی طرح ایک دوسرے کے بھائی ہیں، ایک بھائی کو اگر ادنیٰ تکلیف پہنچتی ہے تو دوسرا اس کی تکلیف سے بے چین ہو جاتا ہے، اسی اخوت کا لحاظ کرتے ہوئے ہم سب کو ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہئے، چھوٹوں پر شفقت ہو، بڑوں کی تکریم و تعظیم ہو، سلام میں پہل ہو، مریض کی عیادت ہو، جنازے میں شرکت، اور اہل میت کی تعزیت ہو، خندہ پیشانی سے ایک دوسرے سے ملاقات ہو، یہ سب تو وہ اسلامی اخلاق ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے بہت تاکید سے ادا کرنے کی پوری امت کو ہدایت فرمائی ہے، اس لئے ہم سب کو اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ فکری و نظریاتی اختلافات کے باوجود ہماری ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہو، قصداً کسی کو ایذاء پہنچانا تو دور کی بات ہے ہم کسی کی ایذاء کا ذریعہ بھی نہ بنیں، کیونکہ نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق اس کے بغیر ہمارا ایمان بھی کامل نہیں ہوسکتا، افسوس! کہ کل تک ہم اپنے ایمان و اخلاق کو کامل کرنے کی فکر اور محنت کرتے تھے اور آج اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے ہی لوگوں کے ساتھ بدسلوکی کر کے اپنے ایمان کو برباد کر رہے ہیں، کل تک ہم غیروں کے ساتھ خوش اخلاقی برت کر بلند درجات حاصل کرتے تھے اور آج اپنے ہی بھائیوں کے ساتھ بداخلاقی و بدسلوکی کر کے نہایت پستی کے گڑھے میں گرتے چلے جا رہے ہیں۔

اللہ کے بندو! بس کرو، بہت ہو گیا، سارے اختلافات بھول جاؤ، فکری و نظریاتی اختلافات کے باوجود سب ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر بھائی بھائی بن کر رہو، ایک دوسرے کا اکرام و احترام کرو، بڑوں کی توقیر و تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت و ہمدردی اور علماء کی تکریم و تعظیم کو لازم سمجھو، اس کے بغیر نہ ہم حضور ﷺ کے نہ حضور ہمارے، بلکہ ہم شیطان کے اور شیطان ہمارا، **اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللهِ أُوْلَئِكَ حِزْبُ الشَّیْطَانِ، أَلا إِنَّ حِزْبَ الشَّیْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ.** (سورۂ مجادلہ، پ۱۸)

ترجمہ: ان پر شیطان نے پورا تسلط کر لیا ہے سو اس نے ان کو خدا کی یاد بھلادی یہ لوگ شیطان کے گروہ ہیں خوب سن لو کہ شیطان کا گروہ ضرور ضرور برباد ہونے والا ہے، جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ سخت ذلیل لوگوں میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاکیزہ کلام میں تمام ایمان والوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے: **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ** اور اسی اخوت اسلامی کے پیش نظر حکم دیا گیا ہے کہ اگر آپس میں اختلاف ہو جائے تو دوسروں کو چاہئے کہ اتحاد و اتفاق اور صلح و صفائی کی کوشش کریں، چنانچہ

ارشادِ خداوندی ہے: فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ.

خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تم کو ایک ایسے اہم عمل کی خبر نہ دوں جو نماز، روزے اور صدقہ سے بھی افضل ہے، وہ ہے اصلاح ذات البین، یعنی آپس کے اختلاف کو ختم کرا کر اتحاد و اتفاق اور صلح و صفائی کی کوشش کرنا، کیونکہ آپس کا اختلاف پورے دین کا صفایا کرنے والا ہے، جب پورے دین کا صفایا ہوگا تو دینی امور، دعوت و تبلیغ، مراکز و مدارس سب خطرے میں پڑ جائیں گے، اس لئے ہم تمام اربابِ حل وعقد، اساطین امت، علماء و عقلاء، زعماء و حکماء، دانشورانِ قوم جن پر امت کو اعتماد اور حسن ظن ہے، تمام چھوٹے بڑے لوگوں سے عاجزانہ گزارش کرتے ہیں کہ خدارا اپنی عقل و فہم اور اپنی صلاحیت و استعداد، اپنی رفتار گفتار اپنے اخلاق و تعلقات، اپنی وجاہت اور رسوخ و اقتدار کو استعمال کرکے حدودِ شرع میں رہتے ہوئے عدل و انصاف کے ساتھ جس طرح ممکن ہو سکے اس اختلاف کو ختم کرا کر اتحاد و اتفاق اور صلح و صفائی کی پوری کوشش کریں، یہ کہنا ہرگز کافی نہیں کہ یہ تو ذاتی اور خاندانی اختلافات ہیں، یہ بات اگر صحیح بھی ہو تب بھی ہم تو ہر حال میں اتحاد و اتفاق اور اصلاح ذات البین کے مکلّف بنائے گئے ہیں، کامیابی یا ناکامی اللہ کے اختیار میں ہے، چنانچہ اسی نقطۂ نظر سے احقر نے چند مضامین اور خطوط لکھے تھے جن کو اکابر علماء اور اصحابِ معاملہ کی خدمت میں بھی پیش کیا تھا لیکن احقر تو کم درجہ کا اور معمولی حیثیت کا ادنیٰ طالب علم ہے، مجھ جیسوں کی بات کا کتنا وزن اور کتنا اثر ہوگا، اب اپنی ان بعض تحریرات کو جو اسی اتحاد و اتفاق کے جذبہ سے لکھی گئیں تھیں تمام ذمہ دار حضرات اور اکابرین امت کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اس غرض سے شاید ان تحریرات کے ذریعہ کسی صاحب عقل و فہم کی توجہ ادھر مبذول ہو جائے اور خداداد صلاحیت و استعداد سے اللہ تعالیٰ ان سے وہ کام لے لے جس کی آج شدید ضرورت ہے، اور شاید یہ تحریرات کسی درجہ میں خیر کا ذریعہ بن سکیں، اسی خیال سے ان تحریرات کو شائع کیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اس کو قبول فرمائے اور مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔

ہمارے اکابر و علماء اور مصلحین امت نے اختلاف کو ختم کرنے اور اتحاد و اتفاق کو قائم کرنے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کے ابتدائی مرحلے میں تین طریقے ارشاد فرمائے ہیں، مفاہمت، مصالحت، محاکمت، مفاہمت کا مطلب یہ ہے کہ فریقین کی بات سن کر آپس کی غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کو دور کرنا جو بلا وجہ حواریین اور بیچ کے لوگوں کی لگائی بجھائی کی وجہ سے عموماً پیدا ہو جاتی ہیں، اس نوع کی تمام غلط فہمیوں کو دور کرکے ذہنوں کو صاف کرنا تاکہ اتحاد و اتفاق کی راہ ہموار ہو سکے، یہ مفاہمت کا حاصل ہے۔

اور مصالحت کا مطلب یہ ہے کہ یہ نہ دیکھا جائے کہ کس کا حق و استحقاق ہے اور کون حق اور ناحق پر ہے، بلکہ خلافِ شرع امور سے بچتے ہوئے فریقین اور طرفین کے لوگوں میں سے ہر ایک کو راضی کرکے بیچ کی راہ نکال کر کچھ اِن سے منوانا اور کچھ اُن سے منوانا، کچھ اِن سے نیچے اترنے کو کہنا اور کچھ اُن سے، الغرض حق و استحقاق سے قطع نظر فریقین کی موافقت و رضامندی سے دونوں کی ماننا اور دونوں سے منوانا اور دونوں ہی سے تھوڑا تھوڑا تنازل اختیار کرکے سب کو راضی کرکے تواضع کی ترغیب دے کر مصالحت کی کوشش کرنا۔

اور محاکمہ کا مطلب واضح ہے کہ جب مفاہمت و مصالحت سے بھی مسئلہ حل نہ ہو سکے تو شرعی حکم اور فتویٰ و قضاء کے ذریعہ مسئلہ کو حل کرنا یعنی کتاب و سنت کی روشنی میں معتمد قاضیوں و مفتیوں کی خدمت میں قضیہ کو پیش کرکے مسئلہ کو حل کرنا، اور اس میں بھی شریعت کے بیان کردہ طریقہ کے مطابق حَکَم کی صورت زیادہ مفید اور مناسب ہے کہ جس کے فیصلہ اور فتویٰ پر فریقین راضی اور متفق ہوں ان ہی کے علم و فہم پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے فیصلہ پر فریقین متفق ہو جائیں، اور اس کے مطابق مسئلہ کو حل کرکے اختلاف ختم کرکے اتحاد و اتفاق قائم کریں۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور حضرت عمر فاروقؓ کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ محاکمہ کے مقابلہ میں اولاً مفاہمت اور مصالحت کے ذریعہ ہی مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس طریقہ سے یعنی مفاہمت و مصالحت کے ذریعہ مسئلہ حل کرنے میں اتحاد و اتفاق پیدا ہوتا ہے، اور دلوں میں محبت بھی باقی رہتی ہے ورنہ بصورتِ دیگر دلوں میں کدورت اور رنجش باقی رہتی ہے (اسلامی عدالت)

اس لئے ہم تمام اکابرین امت اور اساطین امت خصوصاً مرکزی مدارس و اداروں کے ذمہ داران حضرات اربابِ حل وعقد جن پر امت

اعتماد کرتی ہے، عاجزانہ گزارش کرتے ہیں کہ خدارا اپنے علم وفہم، تفقّہ وتدیّن اور اپنی خداداد صلاحیت واستعداد اور اپنے رسوخ واقتدار کا استعمال کرتے ہوئے امت کے حال پر ترس کھاتے ہوئے پیش قدمی فرما کر ان مسائل کو مفاہمت ومصالحت کے ذریعہ یا جس طرح بھی ممکن ہو سکے حل کرنے کی کوشش فرمائیں کیونکہ امت کو آپ پر اعتماد ہے، انشاء اللہ پوری امت آپ کے فیصلوں کو قبول کرے گی اور یہ اختلاف بھی انشاء اللہ اتحاد میں تبدیل ہوجائے گا۔

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ اور ان کے متبعین کے مابین شدید اختلاف وقتال کے وقت چند اللہ کے مخلص بندوں نے خصوصاً حضرت عمرو بن العاصؓ نے یہ آواز اٹھائی تھی کہ بس بہت ہوگیا، سارے جھگڑے ختم کرو! اب سب متحد ومتفق ہوجاؤ، قرآن پاک کو بلند کیا کہ سب اس کے حکم کے تحت جمع ہوجاؤ، چنانچہ حضرت علیؓ وحضرت معاویہؓ اور ان کے متبعین سب صلح وصفائی اور اتحاد واتفاق پر تیار ہوگئے، مشورہ کے بعد فریقین میں سے ایک ایک حکم تجویز ہوا، اور معاملات طے کئے گئے، چنانچہ الحمد للہ! اختلاف ختم ہوا اور اتحاد واتفاق قائم ہوا، ایک بڑی جماعت جن کی تعداد دس بارہ ہزار تھی وہ صلح کرنے پر آمادہ نہ تھی بلکہ حضرت علیؓ کی طرف سے لڑنے مرنے پر تیار تھی، حضرت علیؓ نے ان کو بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانے، بالآخر حضرت علیؓ سے ناراض ہوکر وہ جماعت علٰحدہ ہوگئی اور خوارج کے نام سے موسوم ہوئی، حضرت علیؓ نے ان کے علٰحدہ ہونے کو برداشت کرلیا لیکن اتحاد واتفاق کی جو تجویز سامنے آئی تھی اس سے پیچھے نہ ہٹے، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فتح الملہم شرح مسلم میں اس کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

.....فدامت الحرب بينهما شهراً وكاد أهل الشام أن ينكسر فرفعوا المصاحف على الرماح ونادوا ندعوكم إلى كتاب الله تعالىٰ، وكان ذلک بإشارة عمرو بن العاصؓ، وهو مع معاويةؓ، فترک جمع كثير ممن كان مع علي.....فراسلوا أهل الشام في ذلک فقالوا ابعثوا حكماً منكم وحكماً منا، ويحضر معهما من لم يباشر القتال فمن رأوا الحق معه أطاعوه فأجاب عليٌّ ومن معه إلى ذلک وأنكرت ذلک تلک الطائفة التي صاروا خوارج الخ.

(فتح الملہم، شرح مسلم، ص۹۰، ج۳، کتاب الزکوٰۃ، قدیم، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ لاہور)

آج کے حالات میں بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ چند اللہ کے مخلص بندے حضرت عمرو بن العاصؓ کی طرح اتحاد واتفاق کی آواز بلند کریں، اور اس سلسلہ میں مناسب کوششیں اور اقدامات کریں، شاید مخلصین کی توجہ اور کوشش سے یہ ہمہ گیر اختلاف اتحاد میں تبدیل ہوجائے۔

امت کے تمام اولیاء ومشائخ کی خدمت میں بھی عاجزانہ گزارش اور درخواست ہے کہ اپنی خلوتوں اور نیک دعاؤں میں اس کام کی حفاظت اور اتحاد واتفاق کے لئے دعا فرمائیں کہ اس وقت امت بڑے اختلاف وانتشار کا شکار ہے، اس وقت امت آپ حضرات کی توجہ ودعاء کی سخت محتاج ہے، اب چند وہ تحریرات ملاحظہ ہوں، جو اسی مقصد سے لکھی گئی تھیں، جن کا ماقبل میں ذکر کیا گیا۔

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث وفقہ

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۷؍شعبان ۱۴۳۹ھ